ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر سائرہ ارشاد
لیکچرر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی، بہاول پور
ڈاکٹر صدف فاطمہ
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، یونیورسٹی آف کراچی
سید ازور عباس
پی ایچ ڈی اسکالر، اورینٹل کالج، یونیورسٹی آف پنجاب

محمد کاظم کا سفر نامہ "دامنِ کوہ میں ایک موسم": تجزیاتی مطالعہ

Dr.Saira Irshad
Lecturer, Deptt; of Urdu, Govt Sadiq College Women University Bqahawalpur
Dr.Sadaf Fatima
Assistant Professor, Deptt; of Urdu, University of Karachi.
Syed Azwar Abbas
PhD Scholar, Oriental College University of Punjab

Muhammad Kazim's Travelogue"A Season in Daman_e_ Kooh" a Criticle Study

Muhammad Kazim was born on August 4, in a Syed family in Ahmadpur Sharqiya Tehsil of the former state of Bahawalpur. Mohammad Kazim's travelogue "A Season in the Mountains of Daman" is based on the history of Germany. On behalf of the office, Mohammad Kazim and two other members leave for one year for a diploma in German language. And it is a milestone in understanding the important places there. Mohammad Kazim has added color to the story thanks to the detail and excellent style. He is rich in creativity and has access to his expressions. Muhammad Kazim describes the situation very well through simple sentences. This travelogue is fascinating, informative and fascinating. Undoubtedly, Muhammad Kazim's travelogue "A Season in Daman Koh" can be considered as an invaluable treasure for Urdu literature.

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

Key Words: *Reportage, Creative Experience, Diary Techniques, Art, Photography, Cultural Concepts, Eyesight, Geographical Boundaries, Colors.*

زندگی سفر مسلسل کا نام ہے۔ دورانِ سفر اسے دلچسپ اور متاثر کن حالات و واقعات سے گزرنا پڑتا۔ مخصوص قسم کے تہذیبی تصورات پر مبنی معاشروں میں ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی کہ وہ سفر اختیار کرے۔ ماضی میں انسان کی ترقی سست روی پر مبنی تھی۔ سفر پیدل یا جانوروں کے ذریعے کیا جاتا تھا، جوں جوں انسانی زندگی ترقی کی منازل طے کرتی گئی سفر کی رفتار بھی تیز ہوگئی۔ مہینوں کا سفر ہفتوں سے کم ہو کر دنوں میں تبدیل ہوا اور دنوں کے سفر نے گھنٹوں کی جگہ لے لی۔

سفر نامے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اپنے تجربات و مشاہدات کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔ اس حوالے سے نہ صرف مختلف مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے بلکہ دورانِ سفر مختلف لوگوں سے ملاقات اور واقعات کے ذریعے دلچسپی پیدا کرنا بھی لازمی امر ہے۔ سفر نامہ نگار تاریخی جائزہ لے کر قاری کی معلومات میں بے پناہ اضافہ کرتا ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ سفر نامہ اظہار کی مختلف کیفیتوں کا نام ہے۔

> سفر چونکہ جذبۂ تحرک سے جنم لیتا ہے اور روح کو ایک گہرے تموج کی ایسی کیفیت عطا کر دیتا ہے جو دیرپا بھی ہے اور دور رس بھی۔ اس لیے اچھا مسافر اور سچا سیاح جب باتیں کرتا ہے تو تحرک اور تموج ہر لفظ میں جھلک اور چھلک رہا ہوتا ہے۔[۱]

تکنیک کے لحاظ سے دیکھا جائے تو سفر نامہ ایسی صنف ہے جس میں بہت زیادہ تجربات کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ابتداء میں سفر نامہ بیانیہ تکنیک پر مشتمل تھا اور یہ سلسلہ آج بھی اس طرز کا حامل ہے۔ سفر نامے میں یہ بات اہمیت کھتی ہے کہ سفر نامہ کب لکھا گیا اور سفر نامہ نگار نے اپنی یاد داشتوں کو کس طرح رقم کیا۔ دورانِ سفر حالات و واقعات کو لکھتے رہنا ڈائری کی تکنیک میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے سفر نامے تخیل کی بجائے حقیقت کا عکس نظر آتے ہیں جب کہ کسی بھی طرح کی غیر معمولی صورتِ حال میں سفر نامہ نگار کا ردعمل فوری طور پر سامنے آجاتا ہے۔ سفر نامہ نگار جو منظر دیکھتا ہے اسے باریک بینی سے مشاہداتی رنگ میں ڈھال لیتا ہے۔ دورانِ سفر اہم نکات لکھ لیے جاتے ہیں جب کہ سفر کے آخر میں ان یاد داشتوں کو نہایت سلیقے سے مربوط اور منظم شکل میں قلم بند کیا جاتا ہے۔ دنیا میں زیادہ تر سفر نامے اسی طرز پر لکھے گئے ہیں۔ ایک اچھے سفر نامہ نگار کے لیے موزوں تکنیک اور عمدہ مواد از حد ضروری ہیں۔ وگرنہ سفر نامہ کبھی بھی دلچسپ اور عمدہ تاثر برقرار نہیں رکھ سکے گا۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ناقدین سفر نامے کو دو اقسام میں منقسم کرتے ہیں جن میں روایتی سفر نامہ اور غیر روایتی سفر نامہ شامل ہیں۔ روایتی سفر نامے میں سفر کے مقامات سے متعارف کرایا جاتا ہے جب کہ غیر روایتی سفر نامے میں سفر نامہ نگار زمان و مکان کا پابند نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی کیفیات کو مد نظر رکھتے ہوئے سفر نامے کا ادب سے تعلق استوار کرتا ہے۔

سفر نامے میں حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ ادبی چاشنی بھی ضروری ہے ورنہ یہ محض معلومات کا ذریعہ بن جائے گا اور اس میں سادگی و سلاست کا فقدان ہو گا۔ مختلف اسفار میں سیاح کی وجہِ مسافت الگ نوعیت پر مبنی ہوتی ہے لیکن سفر نامے کے بنیادی مقصد کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک اچھے سفر نامہ نگار کی چشم بینا سے دیکھی ہوئی چیزوں کو قاری اپنے چشم تخیل سے محسوس کرتا ہے۔

محمد کاظم سابق ریاست بہاول پور کی تحصیل احمد پور شرقیہ کے ایک سید گھرانے میں ۱۴/ اگست ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمود شاہ تھا۔ اس خاندان کے بزرگ امامت کے فرائض سر انجام دیتے تھے اس لیے انہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ محمد کاظم اپنے والد کی طرح مذہب کے علاوہ علم و ادب سے بھی خصوصی لگاؤ تھا۔ محمد کاظم کے والدین نے احمد پور شرقیہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ وہ جب دو سال کے ہوئے تو والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ ان کے نانا سید ذوالفقار شاہ نے کفالت کا ذمہ لیا۔ محمد کاظم شاہ نے اپنی تعلیم کا آغاز احمد پور شرقیہ سے کیا۔ جب وہ ۲۳ برس کے تھے تو والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ محمد کاظم بچپن سے ہی کھیل کود اور تعلیم میں گہری دلچسپی لیتے تھے۔ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن کی تعلیم کا آغاز ہوا تو عربی زبان سے محبت پیدا ہوئی۔ محمد کاظم نے مڈل کا امتحان بہاول پور بورڈ سے پاس کیا اور پہلی پوزیشن حاصل کی جب کہ میٹرک میں بورڈ کی تیسری پوزیشن کے ساتھ نمایاں رہے۔ اپنے ابتدائی دور کے حوالے سے لکھتے ہیں۔:

> کالج کا سٹیج میری پہنچ سے بہت دور تھا، کچھ اپنے فطری حجاب اور کچھ سکول کے زمانے کی نادرست تربیت کی وجہ سے میرے اندر "سٹیج کی شرم" مریضانہ حد تک شدید تھی۔ مجھے اگر کبھی کلاس میں اٹھ کر صرف اپنا نام بھی بتانا پڑتا تو م، ارے اضطراب اور بوکھلاہٹ کے میرا چہرہ کانوں تک سخ ہو جاتا، ٹانگیں کانپنے لگتیں اور زبان لڑکھڑا جاتی۔[۲]

محمد کاظم صادق ایجرٹن کالج بہاول پور سے سیکنڈ ڈویژن میں ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا اور پھر انجینئر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

نگ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے علی گڑھ چلے گئے۔اس ادارے میں انھوں نے تعلیم کے علاوہ زیادہ وقت لائبریری میں گزارا۔ محمد کاظم کی رائے خود ان کے حوالے سچ ثابت ہوتی ہے کہ۔:

> "ہمارے اس ملک میں صحیح معنوں میں کثیر المطالعہ لوگ انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ان میں سے کچھ کو ہم جانتے ہیں،اور کچھ لوگ ایسے ہین جن کا انکشاف ہمیں ان کی تحریریں پڑھ کر ہوتا ہے۔"[۳]

محمد کاظم نے ۱۹۴۴ء سے اگست ۱۹۴۷ء کے دورانیے میں عربی زبان میں مہارت حاصل کی۔ محمد کاظم بطور اردو تبصرہ نگار یہیں پر جماعت اسلامی سے منسلک ہوئے اور پھر انہیں مولانا مودودی کی اردو کتب کا عربی میں ترجمہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔انجینئرنگ میں انھوں نے اول پوزیشن حاصل کی۔۱۹۴۷ میں اریگیشن ورکشاپ مغل پورہ لاہور میں بطور ادور سیئر ملازمت کا آغاز کیا۔۱۹۴۸ میں اپنے مضمون میں اعلی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۹ء میں بہاول پور میں سب ڈویژنل آفیسر (ایس ڈی او) کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ محمد کاظم پاکستان کے بانی و بجلی کے ترقیاتی ادارے سے بحیثیت چیف انجینئر ریٹائر ہوئے۔ محمد کاظم کے چھوٹے ماموں بریگیڈیر قاسم گیلانی کی دو ہی بیٹیاں تھیں۔ بڑی بیٹی کی شادی محمد کاظم کے بڑے بھائی محمد ہاشم شاہ سے اور چھوٹی بیٹی حفصہ تنویر سے محمد کاظم کی شادی ان کی پسند سے ہوئی۔ اللہ تعالی نے انھیں تین بیٹیوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔

محمد کاظم ملازمت کے سلسلے میں مختلف شہروں میں قیام کرتے رہے۔ بہاول نگر میں قیام کے دوران انھوں نے عربی ترجمے پر بہت کام کیا۔ یہ دور ان کے عربی ادب میں عروج کا دور تھا۔ محمد کاظم عربی زبان سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ اسی دور میں انھوں نے مولانا مودودی کی دو کتابوں کے بہترین تراجم کیے۔ جن میں پردہ اور فضیلت شامل ہیں۔ مولانا سیّد مسعود عالم ندوی نے ان کی عربی زبان کو مستند قرار دیا۔ علی گڑھ قیام کے دوران ہی محمد کاظم پٹھان کوٹ کی ایک اسلامی تحریک سے وابستہ ہو گئے، چھوٹی سی عمر میں ایک بیٹی اور بیٹا وفات پاگئے ااور جماعت اسلامی کے احباب نے اس صدمے پر کوئی دلاسہ نہیں دیا تو محمد کاظم نے جماعتِ اسلامی سے علیحدگی اختیار کرلی۔ محمد کاظم عربی زبان کی اہمیت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔:

> "کسی زبان کے ادب کی تاریخ پڑھنے کی صحیح صورت تو یہی ہے کہ وہ اس کی اپنی زبان میں پڑھی جائے ـــــــ لیکن عربی زبان کا معاملہ دوسرا ہے۔ہمارے یہاں جو لوگ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

عربی ادب کی تاریخ میں کسی قدر دلچسپی رکھتے ہیں اور اس سے واقف ہونا چاہتے ہیں،ان میں ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ بھی ہے، ہمارے ادبا و شعرا بھی ہیں،ہماری یونی ورسٹیوں کے طلبہ اور ان کے اساتذہ بھی ہیں،اور یہ سب لوگ(سوائے عربی کے اساتذہ کے)عربی زبان کا اتنا علم نہیں رکھتے کہ عربی ادب کی تاریخ عربی زبان میں پڑھ سکیں۔"[۴]

دورانِ ملازمت محمد کاظم نے ایم اے عربی کا امتحان دیا جس میں فرسٹ دویژن حاصل کی۔ ۱۹۹۳ میں رسالہ "فنون" جاری ہوا تو ان کے مضامین شائع ہونے لگے۔ یہیں سے ان کے حلقہ احباب میں اضافہ ہوا۔ ان کے قریبی دوستوں میں محمد خالد اختر، احمد ندیم قاسمی، علی عباس جلال پوری، اختر حسین جعفری، رشید ملک، امجد اسلام امجد، عطاالحق قاسمی، خالد احمد، نجیب احمد اور گلزار وفا چودھری تھے۔ ۱۹۷۴ء میں ان کی پہلی تحریر مولانا چراغ حسن حسرت کے روزنامہ امروز کے ادارتی صفحے پر اردو زبان کے رسم الخط کا مسئلہ کے نام سے شائع کی گئی۔ محمد کاظم کی کتابوں کو عالمی سطح پر خوب پذیرائی ملی۔ محمد کاظم کی مختلف اصنافِ سخن جیسے افسانہ، ناول، شاعری، تاریخ، تحقیق اور تنقید پر گہری نظر تھی۔ محمد کاظم ۸/ اپریل ۲۰۱۴ء کو دلاہور میں ارِفانی سے کوچ کر گئے۔ محمد کاظم کی اہم تصانیف میں "اخوان الصفاء"، "عربی سیکھیے"، "مضامین"، "عربی ادب کی تاریخ"، "مغربی جرمنی میں ایک برس"، اسلام "جنید بغداد"، "دامن کوہ میں ایک موسم"، "یادیں اور باتیں" اور "کل کی بات" شامل ہیں۔

محمد کاظم کا سفر نامہ "دامن کوہ میں ایک موسم" جرمنی کی سرگزشت پر مبنی ہے۔ ان کے دفتر میں انگریز جرمن انجینئر مسٹر شلزے سفر کی بابت تفصیل فراہم کرتا ہے۔ محمد کاظم اور دیگر دو اراکین ایک سال کے لیے جرمنی میں ڈپلومے کے سلسلے میں روانگی اختیار کرتے ہیں۔ وہ جہاں اُداسی کا شکار ہوتے ہیں وہیں ان کے دل میں یہ اُمید افزا خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ایسے مواقع کبھی کبھار ہی ملتے ہیں لہٰذا اسے گنوانا کسی بھی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ محمد کاظم جہاز میں اپنے شہر بہاول پور اور اپنے سفر کی بے یقینی کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہیں تاہم فلسفیانہ انداز میں انفرادیت اپنی جگہ موجود ہے۔:

"میں سوچ رہا تھا انسان بے سوچے اور محسوس کیے کتنے غیر مرئی رشتوں سے اپنے آپ کو اس زمینی زندگی کے ساتھ باندھے رکھتا ہے اور جب وہ اس زندگی سے عارضی طور پر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

یا ہمیشہ کے لیے علیحدہ ہونے لگتا ہے تو اسے الجھاؤ کے کتنے تار کاٹنے پڑتے ہیں، کتنے کانٹوں سے اپنا دامن چھڑانا پڑتا ہے۔"[۵]

میڈِان جرمنی کے ذیلی عنوان سے محمد کاظم جرمن قوم کی ان تمام ایجادات پر غور کرتے ہیں جو وہ اپنے بچپن سے دیکھتے چلے آرہے تھے۔ وہ جرمنی کے اُس دور کو یاد کرتے ہیں جب دوسری جنگِ عظیم میں ہٹلر نے مغربی یورپ پر یلغار کے ذریعے قبضہ کر لیا تھا۔ یہ واقعات محمد کاظم اپنے بچپن میں سنتے تھے اور پھر وقت نے ثابت کر دیا کہ کمزور اور پس ماندہ جرمنی ایک فولادی قوت کے طور پر اُبھرا۔ وہ جرمنی کی اہم ایجادات کا جائزہ لیتے ہیں اور مغربی مفکرین کی زندگی میں ہونے والے ان واقعات کو قلم بند کرتے ہیں جو قاری کو حیرت زدہ کر دیتے ہیں۔ محمد کاظم اپنے ہوٹل میں قیام پذیر ہوتے ہیں تو انھیں سپرنگ دار بستر پر سوتے ہوئے جھنجھلاہٹ محسوس ہوتی ہے۔ اسی حوالے سے وہ جرمن لوگوں کے مزاج کے متعلق غور کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ وقت کس طرح گزرے گا۔:

"مغربی جرمنی کی شخصیت کے اتنے مختلف اور باہم متضاد پہلو اب تک میرے سامنے آ چکے تھے کہ داستانی اندھوں کے ہاتھی کی طرح اس کی کوئی مکمل اور قابل فہم صورت میرے ذہن میں تشکیل نہیں پاتی تھی۔ یہ باور کرنا مشکل تھا کہ یہ سارے اجزائے ترکیبی ایک ہی وجود کے تھے۔"[۶]

"فرینکفرٹ کو پرواز" کے ذیلی عنوان سے محمد کاظم اپنے دونوں ساتھیوں کی سوچ کے متعلق آگاہ کرتے ہیں۔ ان کے نام 'ز' اور 'خ' بیان کیے گئے ہیں۔ وہ نئے لوگوں کے ساتھ وقت گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں تاہم 'ز' اور 'خ' اس حوالے سے متفق نہیں ہوتے۔ تینوں ممبران کا "گوئٹے انسٹی ٹیوٹ" میں داخلہ ہو جاتا ہے۔ محمد کاظم بہاول پور کے تابناک ماضی اور موجودہ صورتِ حال پر افسردگی کا اظہار کرتے ہیں۔ ریاست کا درجہ رکھنے والا علاقہ اب شہر تک محدود تھا۔ محمد کاظم اور اس کے ساتھیوں کا قیام ہوٹل میک (Mack) میں کیا گیا تھا۔ وہ شدید تھکاوٹ اور سفری صعوبتوں کے بعد کمرے میں ہی رہنے لگے۔ انھیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ انسانوں میں رہنے سے ان کا دم گھٹ جائے گا۔:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

"زندگی کے بیانک سفر میں ہماری بے ہنگم اور بے معنی راہوں کا تعین شعور سے زیادہ ماحول، جذبوں، جبلتوں اور حادثوں کے حوالے سے ہوتا ہے۔ پھر بھی شعور اور فہم و دانش وجود رکھتے ہیں۔"[۷]

اگلی صبح جرمن انجینئر ہر شمسکی ان تینوں افراد کو ہوٹل سے فرم کے دفتر میں لے گیا جہاں ڈائریکٹر صاحب انھیں بتاتے ہیں کہ جرمن زبان کے کورس کا انتظام کیا گیا ہے تاکہ کام کے دوران مسئلہ نہ ہو۔ دوپہر کے وقت وائن ہائیم سے یہ لوگ من ہائیم روانہ ہوتے ہیں۔ دونوں شہروں کے مابین بارہ میل کا سفر تھا۔ محمد کاظم شہر کی خوب صورتی پہ فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ اس شہر میں ہر طرف انواع و اقسام کے درخت اور پھول تھے۔ محمد کاظم کا گائیڈ ہر شمسکی بھی اسی شہر سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اپنے علاقے کی خوب صورتی اور خوب صورت جگہوں سے متعارف کرواتا ہے۔ محمد کاظم ہمیشہ اس شہر میں رہنے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں تو ان کا گائیڈ کہتا ہے کہ وہ اپنی باقی زندگی لاہور گزارنا پسند کرے گا کیوں کہ وہاں آزادی اور بے فکری جب کہ " وائن ہائیم " میں رہنے والوں کو قدم قدم پر ٹیکس کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ محمد کاظم اس عجیب طرح کے تضاد پر حیران رہ جاتے ہیں۔ گائیڈ اس حقیقت سے پردہ اُٹھاتا ہے کہ دراصل انسان آسودگی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ یہ ایک فطری حقیقت بھی ہے کہ جو چیز انسان کو دستیاب نہ ہو سکے وہ اس کی تلاش میں لگ جاتا ہے جب کہ میسر آسائشیں اس کے لیے غیر اہم ہو جاتی ہیں۔ محمد کاظم اپنی کلاس فیلو "ڈور تھی" سے اپنا بحیثیت ادیب ہونا اس لیے ظاہر نہیں کرتے کہ ان کے خیال میں ملکی سطح پر ادیبوں کو پزیرائی حاصل نہیں اور نہ ہی وہ اپنا مقام و مرتبہ حاصل کر سکتے ہیں۔:

"ہمارے ملک میں ادیب ہونا کوئی ایسی اہم بات نہیں، ہمارے ہاں تعلیم کا تناسب بہت کم ہے۔ ادب کی کتاب وہاں نہیں بکتی، اس لیے ایک ادیب اپنے تخلیقی عمل سے روزی نہیں کما سکتا۔ روزی کمانے کے لیے وہ دوسرا کام کرتا ہے اور اپنی فراغت کے لمحوں میں سے کچھ لمحے چرا کر وہ اپنے لکھنے پڑھنے کا شوق پورا کرتا ہے۔ ان حالات میں کوئی اپنے ادیب ہونے کا چرچا کیوں کرے۔"[۸]

وائن ہائیم سے ہائیڈل برگ جانے کے لیے محمد کاظم برگ شٹراسے (Bergstrasse) کا راستہ اختیار کرتے ہوئے قدرتی مناظر اور آبادیوں کو دیکھ کر اندازہ لگاتے ہیں کہ یہاں ضروریاتِ زندگی کی ہر آسائش میسر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

تھی۔ یہ علاقے شہروں کی طرح تہذیب اور سہولتوں سے مزین تھے۔ محمد کاظم "ہائیڈل برگ" کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ ایسا شہر ہے کہ جس سے کسی دوسرے شہر کی مماثلت قرار نہیں دی جاسکتی جب کہ اس شہر کو یونی ورسٹی کی مانند قرار دیا جاسکتا ہے۔ وہ یہاں سے فراغت کے بعد ہر شمسکی کے ہمراہ چوٹی پر جاکر وادی کا نظارہ کرتے ہیں اور اس قلعے سے نیکر وادی اور ہائیڈل برگ کا حسین ترین منظر دیکھ کر برملا کہتے ہیں کہ۔:

> "نیکر کی اس وادی نے بڑے بڑے شاعروں، ادیبوں اور فلسفیوں کو اپنے جلوؤں سے مسحور کیا ہے اور ان کی تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ اس جگہ سے کوئی بھی اپنا دل سلامت لے کے نہیں گیا۔ گوئٹے، ہولڈرلین، لانگ فیلو، مارک ٹوین، ڈی۔ ایچ۔ آڈن، جے۔بی۔ پریسٹلے اور ہمارا اپنا شاعر اقبال۔"[۹]

ویک اینڈ ہوٹل میں گزارنے کے بعد دوپہر کے وقت محمد کاظم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ "آخن میوہلے" میں واقع گوئٹے انسٹی ٹیوٹ پہنچے جہاں آٹھ ہفتوں پر مشتمل جرمن زبان کے کورس کا پہلا دن تھا۔ وہ اپنی کلاس کے حوالے سے دلچسپ صورتِ حال کا تذکرہ کرتے ہیں کہ گیارہ افراد پر مشتمل اس کلاس میں سب طالب علم ہی شوخ اور چلبلے تھے۔ وہ زمانۂ طالب علمی کو بہترین وقت قرار دیتے ہیں جس میں نت نئے تجربات کا موقع ملتا ہے اور نئے ماحول کی وجہ سے اپنائیت کا احساس حاوی رہتا ہے۔ محمد کاظم پاکستانی نظامِ تعلیم میں پائی جانے والی خرابیوں کی بھی نشان دہی کرتے ہیں جب کہ لندن میں تعلیمی نظام کے مثبت پہلو تلاش کرکے پاکستانی نظامِ تعلیم کے ڈھانچے کو مضبوط کرنے کے حوالے سے لائحہ عمل بیان کرتے ہیں۔:

> "نئے عصری تقاضوں کے اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن وہ سارے اثرات ہر تخلیق کار پر اس کی صلاحیت اور توفیق کے مطابق مرتب ہوتے ہیں اور اپنی داخلی تخلیقی قوت کے ساتھ ہی وہ ان کا اظہار کر پاتا ہے۔"[۱۰]

آخن میوہلے میں کچھ دن موسم معتدل رہا تاہم بادلوں کے اُمڈ آنے کے بعد ہلکی ہلکی بوندا باندی نے موسم کا رخ ہی بدل دیا اور یوں محسوس ہونے لگا کہ اس علاقے میں ہمیشہ ایسا موسم ہی راج کرتا رہا ہے۔ محمد کاظم نے اس سفر نامے میں انتہائی باریک بینی سے اپنے تجربات و مشاہدات سے آگاہ کیا ہے۔ بعض اوقات طوالت کی وجہ سے قاری اکتاہٹ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تاہم کلاس روم سے ہٹ کر بیان کیے جانے والے واقعات اپنی دل کشی ے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

لیے برقرار رکھتے ہیں۔ جیسے پنڈال میں والڈ فیسٹ کے بینڈ نے مشہور جرمن لوک گیت کی دھن بجائی تو یہ آئیٹم میلے میں موجود شائقین کے لیے تفریح کا باعث بنا۔:

> "ہر شخص کے لیے ضروری تھا کہ اپنے دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے افراد کے بازو اپنے اپنے بازوؤں میں لے لے اور موسیقی کے ردھم پر سب ایک ساتھ پہلے دائیں اور پھر بائیں طرف جھومیں۔ میرا بایاں بازو راکیلے کے دائیں بازو میں تھا اور میرا دایاں بازو لینے کے لیے ایک جرمن عورت جو ذرا فاصلے پر بیٹھی تھی اب میرے قریب کھسک آئی تھی۔ ہلا ہو۔ ہلا ہی۔ ہم سب ہنستے اور گاتے ہوئے سرمستی میں دائیں اور بائیں جھوم رہے تھے۔"[۱۱]

محمد کاظم یورپ میں موسیقی کی عظمت اور آداب سے واقفیت کے متعلق انسٹی ٹیوٹ میں ہونے والی کلاسیکی موسیقی کا ذکر کرتے ہیں۔ دیوابدی نامی موسیقار وائلن کے سر بکھیرتا ہے تو ہر سُو خاموشی چھا جاتی ہے اور مسلسل دو ڈیڑھ گھنٹے تک پورا ہال انتہائی منہمک ہو کر یہ موسیقی سنتا اور حظ اُٹھاتا ہے۔۔ محمد کاظم تاریخ واضح کرتے ہوئے اپنی کلاس کے معمولات سے آگاہ کرتے ہیں جس سے روزنامچہ یا ڈائری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ وہ تمام سرگرمیوں کو دل کش انداز میں بیان کرتے ہیں۔ "آخن میوہلے" کے ذیلی عنوان سے محمد کاظم بیان کرتے ہیں کہ یہ نام دراصل گوئٹے انسٹی ٹیوٹ کی عمارت کا ہے۔ اس عمارت میں دنیا کے مختلف حصوں سے بھانت بھانت کی بولیاں سنائی دیتی ہیں یوں ہر طرف رنگ و نور کی محفل ہوتی ہے اور ایک وقت آئے گا جب اس عمارت میں سناٹا چھائے گا اور ساتھ چلنے والے اتنے دور نکل جائیں گے کہ پھر زندگی میں سوائے یادوں کے ملاقات کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہو گا۔ محمد کاظم اس حوالے سے لکھتے ہیں۔:

> "انسانی کرداروں کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ ہاتھ کی انگلیوں کی طرح یہ سب ایک جیسے ہوتے ہوئے بھی یکساں نہیں ہوتے۔"[۱۲]

محمد کاظم انسانی نفسیات کو نہایت عمدگی سے رویوں کی صورت میں اپنی کلاس کا مزاج اور ردعمل اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ ذہنی خلفشار کے متعلق ان کی سوچ کا بہتر انداز میں جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ زندگی کی حقیقتوں سے آشنا کرنے والے کردار جہاں اپنے ہونے کا ثبوت دے چکے تھے وہیں وقت کی بدلتی ساعتوں میں خود بھی کہیں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

دور جانے والے تھے۔ وہ یہ سارا منظر خواب کی صورت دیکھ کر یہ ملال کرتے ہیں کہ انھیں تعبیر کی بجائے خوابوں کے بکھرنے کا سندیسہ ملے گا۔ محمد کاظم اپنے جذبات و احساسات ڈائری کی صورت میں قلم بند کرتے ہیں اور آخری دن لان میں تفریح کے طور پر دن منایا گیا جس میں سب لوگ اپنے ملکی گیتوں، رقص یا کوئی آئیٹم پیش کر کے اس دن کو اچھی طرح مناتے ہیں۔ وہ اس ساری صورتِ حال کو جزئیات کے ساتھ بیان کر کے جہاں اس تفریح کے حوالے مسرور دکھائی دیتے ہیں وہیں ان کے اندر جدائی کا خوف طاری تھا۔:

> ہجرت چھوٹی ہو یا بڑی، مقام بدلتے ہیں تو پھر منظر بھی بدلنے لگتے ہیں۔ جب انسان کے آس پاس کے منظر تیزی اور تواتر سے بدلنے لگیں تو اس کے اندر بھی کئی ہجرتیں ایک ساتھ رونما ہونے لگتی ہیں۔[۱۳]

محمد کاظم اپنی ایک جرمن کلاس فیلو میں گہری دلچسپی لینے لگے تھے جس کا نام ہجراں تھا اور دوستی کا یہ بندھن زبان کی ناآشنائی کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا۔ دونوں اپنے جذبات بیان کرنے کے لیے لفظوں کے محتاج تھے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ہجراں نے تجویز دی کہ محمد کاظم کو ایک سال تک جرمن سیکھنی چاہیے تاکہ گفتگو باآسانی ہو سکے۔ کچھ دنوں کے بعد دوستوں کے گروپ کے ساتھ قریبی ڈھلان پہ وقت گزارنے کا پروگرام بنا۔ وہاں ہجراں اپنا سر محمد کاظم کے کندھے پر رکھتی ہے تاہم اس کا پاؤں ان کے دوست نے اپنی گود میں رکھا ہوا تھا اور وہ جینز کے جھالروں کو گانٹھ دیتا رہا۔ ہجراں کے لیے یہ بات معیوب نہ تھی تاہم محمد کاظم اسی لمحے چونک جاتا ہے کہ وہ اپنے مقصد سے پیچھے ہٹ رہا ہے۔ ہجراں حقیقت نہیں بلکہ فریب ہے۔ چناں چہ وہ جھٹکے سے اُٹھ کر وہاں سے روانہ ہو جاتا ہے اور پھر کبھی ہجراں سے رابطہ نہیں کرتا۔ محبت کی اس ادھوری کہانی کے حوالے سے محمد کاظم تخیلاتی انداز اپناتے ہیں۔:

> "اس میں میری دلچسپی بس اتنی رہ گئی جتنی ایک سوچنے اور محسوس کرنے والے انسان کو اپنے سامنے چلنے پھرنے والے کسی دوسرے انسانی کردار کے بارے میں ہو سکتی ہے۔"[۱۴]

محمد کاظم ڈائری کے صفحات کی صورت میں اگست کے آخری ہفتے سے متعلق بتاتے ہیں کہ جرمن زبان کا دو ماہ پر مشتمل کورس اپنے اختتام کو پہنچتا ہے۔ اس حوالے سے ایک بار پھر جدائی کی کیفیت قاری پر بھی افسردگی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

طاری کر دیتی ہے۔ وہ اپنی اُستاد کا آخری لیکچر یاد کرتے ہیں جس میں جرمن شاعر ہولڈرلین کی کتاب HYPERIONکا کلام سنایا گیا تھا۔ ہولڈرلین کا شمار جرمن ادب کے غنائی(LYRICAL)شاعروں میں کیا جاتا ہے۔ اپنے عہد میں اسے تسلیم نہیں کیا گیا تھا تاہم بیسویں صدی کے آغاز میں اس کی شاعری نے بے پناہ شہرت حاصل کی، نہ صرف کلام کے مجموعے شائع ہوئے بلکہ کئی زبانوں میں ان کا ترجمہ بھی کیا گیا۔ ہسپانوی طالب علم ایک لوک گیت تیار کرتے ہیں جسے وقفے وقفے سے سنا کر سب کو تفریح کا موقع فراہم کرتے ہیں۔:

> "ہر ملک میں موسم کے اعتبار سے گیت میں رنگ و بو پیدا ہوئی۔ ہر ملک کے مختلف علاقوں کا مقامی رنگ گیتوں میں الگ الگ جھلکتا ہے۔"[۱۵]

گیت عوام کے دل کی آواز قرار دیئے جاتے ہیں۔ فنون لطیفہ میں شمار یہ صنف جذبات و احساسات کی عکاس سمجھی جاتی ہے۔ ہر ملک کے عوامی گیتوں پر اس ملک کی خصوصیات کا گہرا اثر پڑتا ہے۔

> "لوک گیتوں کی تخلیق کسی اصول یا نظریئے کی پابند نہیں ہوتی۔ یہ صرف اس وقت یا ماحول کی پابندی کو شرف قبولیت بخشتے ہیں جن میں رنج یا خوشی کے جذبات کی ترجمانی مقصود ہوتی ہے۔"[۱۶]

ایک دن گٹار کے سُروں پر لوک گیت گایا گیا تو ہجراں اچانک آئی اور دیر تک اس گیت پر رقص کرتی رہی۔ مصنف اس کی جنونی کیفیت دیکھ کر ہجراں کی رومیٹ ڈور تھی سے دریافت کرتا ہے تو وہ بتاتی ہے کہ ہجراں صرف عہد حاضر میں جینا اور خوش رہنا پسند کرتی ہے اسے ماضی یا مستقبل سے کوئی غرض نہیں۔ محمد کاظم آخری دنوں کی مزید پُر رونق یادوں کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ سب ایک دوسرے سے خط لکھنے کی تاکید کرتے رہے اور آپس میں تحائف کا بھی تبادلہ ہوا جب کہ آٹو گراف اور پتے بھی ڈائریوں کی زینت بنے۔ آخر میں فوٹو گرافی کا مرحلہ آیا تو محمد کاظم کے علاوہ سب جوش و خروش سے تصویر بناتے رہے تاہم وہ اپنے کلاس فیلو کو تصویریں نہ بنوانے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے یہ تمام یادیں کیمرے کی بجائے اپنی ڈائری میں محفوظ کر لی ہیں۔ اگلے دن الوداعی تقریب میں اُستاد کو کلاس کی طرف سے معروف موسیقار یوہن سبطین باخ کی وائلن اور آرگن موسیقی پر مشتمل تین ریکارڈ دیئے گئے۔ تقریب میں خوب رونق رہی تاہم ہجراں نے حصہ نہیں لیا تھا کیوں کہ اسے اپنی ناکامی کا علم ہو چکا تھا۔ محمد کاظم کلاس کے ساتھ الوداعی ملاقات کرتے ہیں جس میں کھو جانے کا احساس اور جذبات کی شدت

کو بھرپور انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ سترہ ممالک کے دور دراز سے آنے والے ستر طالب علم جب واپس جانے لگے تو ان کی کیفیت کم و بیش ایک سی تھی، سب کے چہرے افسردہ اور آنکھیں نم تھیں۔

محمد کاظم احساس اور خون کے رشتوں کے مابین فرق بیان کرتے ہیں اور آخر میں اس بے نام تعلق کو جغرافیائی حدود، رنگ اور نسل سے بالاتر ہو کر کوئی نام دینے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ اس حوالے سے بھی حیرت زدہ ہوتے ہیں کہ اگر کچھ عرصہ ساتھ رہنے سے جذباتی وابستگی پیدا ہو سکتی ہے تو پھر سب ممالک ایک دوسرے کے ساتھ کیوں شیر و شکر نہیں ہوتے۔ یوں سفر نامہ "دامن کوہ میں ایک یوم" اپنے اختتام کو پہنچتا ہے، دوستی کا جذباتی اظہار محمد کاظم کو اداس کر دیتا ہے۔:

> "ہماری نہ زبان ایک تھی، نہ تہذیب ایک، ہمارا رہن سہن بھی ایک جیسا نہیں تھا، رنگ و نسل بھی ایک نہیں تھے۔ پھر، ہم میں سے بعض کا تعلق ایسے ملکوں سے تھا جو سیاسی طور پر ایک دوسرے کے دوست نہیں تھے لیکن یہاں رہتے ہوئے ہم یوں ایک رشتے میں بندھ گئے تھے جیسے ہم ایک ہی قبیلے کے فرد ہوں، ایک ہی ماں باپ کی اولاد۔"[۱۷]

محمد کاظم کی جذباتی کیفیت اور اپنے کلاس فیلوز کی عادات و خصائل کو عمدگی سے بیان کرنا سفر نامے کی اہم خاصیت ہے۔ اس سفر میں سیاحت سے زیادہ باہمی روابط اور ذہنی ہم آہنگی کے حوالے سے بیش بہا معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ محمد کاظم اپنی دلی کیفیات کو لفظوں کا پیراہن دینے میں کمال کا درجہ رکھتے ہیں۔ سفر نامے میں کئی موڑ ایسے بھی آتے ہیں کہ جو کلاس کے معاملات سے متعلق طوالت پر مبنی ہیں تاہم محمد کاظم کا سلیس اور شستہ انداز قاری پر ذہنی بوجھ نہیں ڈالتا۔:

اس سفر نامے میں جہاں مختلف طرح کی صورتِ حال کو عمدگی سے بیان کیا گیا ہے وہیں منظر کشی کے لحاظ سے بھی یہ سفر نامہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ محمد کاظم نے ڈائری کے صفحات میں روزانہ کی بنیاد پر جزئیات سمیت انتہائی باریک بینی سے حالات و واقعات کو شامل کیا ہے۔ ذیلی عنوان " زالٹس برک، مغربی کلاسیکی موسیقی اور موتسارت " سے اقتباس ملاحظہ کریں۔:

> "آسٹریا میں داخل ہو کر بھی وہی سیدھی اور ہموار سڑک ہمارے نیچے تھی اور ہمارے دائیں، بائیں بارش میں بھیگتے ہوئے کھلے اور وسیع میدان تھے، جہاں سبزہ اور روئیدگی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کم کم دکھائی دیتے تھے اور ایک بے رنگ اور غیر دلچسپ منظر ہمارے دونوں جانب حد نظر تک پھیلا ہوا تھا۔ اتنے خوبصورت اور رومانوی شہر کا راستہ اتنا سپاٹ اور غیر رومانوی؟ بات کچھ سمجھ میں نہ آتی تھی۔" [۱۸]

مختلف تہذیبوں کے افراد کا ایک دوسرے سے نہ صرف گھل مل کر رہنا بلکہ ذاتی نوعیت کے معاملات پر مدد طلب کرنا بلاشبہ ایک انوکھے تجربے سے روشناس کراتا ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو محمد کاظم نے سرحدی حدود و قیود کو بالائے طاق رکھ کر محض انسانیت کو اہمیت دی ہے۔ بحیثیت انسان جب ہم سب ایک دوسرے کے دکھ درد سمجھ سکتے ہیں تو ملکی سطح پر مسائل کیوں جنم لیتے ہیں۔ سفر نامہ بلاشبہ اپنے اندر بیش بہا معلومات اور انسانی رویوں کو اُجاگر کرنے کی خصوصیات پر مشتمل ہے۔:

"تقسیم ہند سے پہلے اور قیام پاکستان کی پہلی دہائی تک سفر نامہ خال خال ہی شائع ہوتا تھا لیکن بعد ازاں اس نے تخلیقی نثر کی دنیا میں بتدریج طباعتی فوقیت حاصل کر لی۔ سفر نامے کی اشاعتوں میں اضافے کی دو بڑی وجوہات ہیں: نئے قارئین دنیا کے مختلف خطوں اور ثقافتوں کو جاننا چاہتے ہیں ——— دوسری وجہ وہ صورتحال تھی جو افسانوی ادب سے کہانی کا عنصر کم یا ختم ہونے سے پیدا ہوئی۔"[۱۹]

یہ سفر نامہ جرمنی کی تہذیب و ثقافت اور وہاں کے اہم مقامات کو سمجھنے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ محمد کاظم نے جزئیات نگاری اور عمدہ طرز اسلوب کی بدولت اس میں کہانی کا رنگ شامل کر دیا ہے۔ وہ تخلیقی صلاحیتوں سے مالا مال ہیں اور انہیں اپنے اظہارِ بیاں پر دسترس حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ سفر نامہ آغاز سے آخر تک تجسس لیے ہوئے ہے، منظر نگاری کے خوبصورت نمونے جابجا ملتے ہیں۔ محمد کاظم اپنے تخلیقی انداز سے سادہ الفاظ میں کہی جانے والی بات بھی منفرد بنا دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر۔:

"رات کو جب میں سونے کے لیے بستر پر دراز ہوا تو دن کے سفر کے مناظر میرے تصور میں ایک فلم کی طرح چلتے رہے۔ روزن ہائیم میں میں نے جو کچھ دیکھا اس سے میرا یہ یقین اور بھی راسخ ہو گیا ہے کہ مغربی جرمنی میں نسوانی حسن کی اتنی فراوانی ہے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کہ اگر اسے تمام عالم میں تقسیم کر دیا جائے تو ہر ملک کے حصے میں اچھی خاصی مقدار آئے گی۔"[۲۰]

بلاشبہ محمد کاظم کا سفر نامہ اُردو ادب کے لیے بیش بہا خزانہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ محمد کاظم کا اسلوب نہایت عمدہ اور دلچسپ ہے۔ وہ ایک خاص ترتیب سے خاکہ تحریر کرتے ہیں۔ جملوں کو چست اور دل کش انداز میں بیان کرنے سے قاری کی دلچسپی شروع سے آخر تک بر قرار رہتی ہے۔ محمد کاظم سفر نامہ نگاری میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ نہایت آسان فہم اور سادہ جملوں کے ذریعے نہایت عمدہ صورتِ حال بیان کرتے ہیں۔ یقیناً یہ سفر نامہ نہایت دل کش اور جاذبیت سے بھرپور ہیں۔ قاری اس سفر میں درپیش مختلف طرح کی صورتحال اور جہاں حیرت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ محمد کاظم نے اس سفر نامے میں قدم بہ قدم نہ صرف خوبصورت مناظر کی روداد بیان کی بلکہ داخلی واردات کا اظہار بھی جابجا ملتا ہے، جس سے سفر نامہ الگ رنگ میں ڈھل جاتا ہے۔ لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ "دامن کوہ میں ایک موسم" خطۂ بہاول پور کے سفر ناموں میں اوج کمال کا حامل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ منور عثمانی، سفر راستہ بناتا ہے، (بہاول پور: اردو اکیڈمی، ۲۰۰۰ء)، ص ۲۳

۲۔ نواز کاش، ڈاکٹر، بہاول پور کا ادب (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۹۲

۳۔ عقیلہ جاوید، ڈاکٹر، اردو نثر کے اسالیب، (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۴ء)، ص: ۱۴۸

۴۔ محمد کاظم، عربی ادب کی تاریخ، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)، ص: ۹

۵۔ محمد کاظم، دامن کوہ میں ایک موسم، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء) ص: ۱۱

۶۔ ایضاً، ص ۳۰

۷۔ قاضی جاوید، محبت اور انقلاب، (لاہور: فکشن ہاوس ۱۸ مزنگ روڈ، ۱۹۹۷ء) ص: ۱۱

۸۔ محمد کاظم، دامن کوہ میں ایک موسم، ص: ۱۷۹

۹۔ ایضاً، ص: ۸۱

۱۰۔ حیدر قریشی، حاصل مطالعہ، (دہلی: ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاوس، ۲۰۰۶ء)، ص: ۱۴

۱۱۔ محمد کاظم، دامن کوہ میں ایک موسم، ص: ۲۴۷۔۲۴۸

۱۲۔ ایضاً، ص:۲۴۲۔۲۴۳

۱۳۔ مظہر اقبال مظہر، بہاول پور ممیں اجنبی، (لندن: پریس فار پیس فاؤنڈیشن، ۲۰۲۱ء)، ص۱۹

۱۴۔ محمد کاظم، دامن کوہ میں ایک موسم، ص:۳۰۴

۱۵۔ بسم اللہ نیاز احمد، ڈاکٹر، اردو گیت، (کراچی: فضلی سنز، فروری ۲۰۲۰ء)، ص:۹۶

۱۶۔ قمر رئیس، ڈاکٹر، اردو میں لوک ادب، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۹ء)، ص:۲۶۹

۱۷۔ محمد کاظم، دامن کوہ میں ایک موسم، ص:۳۶۵

۱۸۔ ایضاً، ص:۳۰۴

۱۹۔ منور عثمانی، مطالعہ اسلوب کے تقاضے، (لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، ص:۱۵۷

۲۰۔ محمد کاظم، دامن کوہ میں ایک موسم، ص:۱۲۶